

رسیش۔ یہ بہت اچھا کیا۔ اس طرح اپنے عرض حال کا اچھا موقوب ہے گا۔ دونوں آدمیوں نے بیکھر کر ایک لمبی فہرست تیار کی اور دوسرے ہیجا دن سے ریش با جو نے سامان بیمہ پختا شروع کیا۔ ان کی رسائی اچھے لگرہوں میں تھی۔ آرائش کی الیکٹریکی چیزوں فراہم کر کے لائے کہ سارا گھر جگہ بھا اٹھا۔ مشی دیانا نہ بھی ان تیاریوں میں شرکیک تھے جسڑیں کو قریب سے سمجھا۔ ان کا کام تھا۔ کون مگلا کہاں رکھا جائے۔ کون تصویر کہاں لٹکائی جائے کون قالین کہاں بچکایا جائے۔ ان مسائل پر تینوں آدمیوں میں گھسنے والے مناظر سے ہوئے تھے۔ دفتر جانے سے پہلے اُو فریڈنے کے بعد تینوں اسی کام میں لگ جاتے۔ ایک دن اس بات پر بحث پیر گھنی نہ کرے میں آئینہ کہاں رکھا جائے۔ دیانا نہ کہتے تھے کہ اس کرے میں آئینہ کی ضرورت نہیں۔ آئینہ پیچھے والے کرے میں رکھنا چاہیے۔ ریش کو اس سے اختلاف تھا۔ اور ما دبر سے میں چپ چاپ کھڑا تھا۔ ان کی سی کہہ سکتا تھا۔ ان کی سما۔

دیانا نہ نے گرم ہو کر کہا۔ میں نے سینکڑوں انگریزوں کے درائیگ رومن دیکھتے ہیں، مگر کہیں آئینہ نہیں دیکھا۔ آئینہ خصل خانہ میں رکھنا چاہیے۔ بیان آئینہ رکھنا بتے تکی سی بات ہے۔

ریش نے اتنی سرگزی سے جواب دیا۔ مجھے اتنے انگریزوں سے سابقہ تو نہیں پڑا۔ لیکن دو چار بیکلے دیکھے ضرور ہیں۔ اور ان میں آئینہ لگا ہوا دیکھا۔ پھر اس کی ضرورت ہی کیا ہے کہ ہر ایک بات میں اسی کی نقل کریں۔ ہم انگریزوں نہ نہ دستافی ہیں، ہندوستانی دوسار کے کروں میں بڑے بڑے قد آدم آئینے لگے ہوتے ہیں۔ یہ تو آپ نے ہمارے بڑے ہوئے باؤں کی سی بات کہی جا آرائش و بیاس میں از قمار و گفتار میں، چاکے و تراب میں عرض غافلیت کی سمجھی یا توں میں انگریزوں کا منہ پڑھاتے ہیں۔ لیکن جن باتوں نے انگریزوں کو انگریز بنا دیا ہے اور جن کی بدولت وہ دنیا پر حکومت کرتے ہیں ان کی ہوا تک نہیں

گلئے دیتے۔ کیا آپ کو بھی بڑھا پیے میں انگریز ملنے کا شوق چُرا یا ہے۔

دیانا تھا انگریزوں کی نفل کو بہت تھیوب سمجھتے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں بھی کوٹ سنی پہنچا تھا راجائے پتے تھے، مگر جنپی کے سیدیٹ کی قبیلہ تھی، کٹورا، کٹوری کلاس، لٹوا، تسلاس عرض کسی سے بھی اعتراض نہ تھا۔ لیکن اس وقت تو انہیں بحث کی دھم سوار تھی۔ بولے۔ ہندوستانی رئیسوں کے کروں میں میز کر سیاں ہیں ہوتیں۔ فرش ہوتا ہے۔ آپ نے کسی میز بنا کر اسے انگریزی طرز پر توسیع دیا۔ آپ آمینہ کے دفعے ہندوستانی کی مثال سے رہے ہیں۔ یا ہندوستانی رکھیتے یا انگریزی؟ یہ کیا کہ آدھا تیسر، آدھا بیسر کوٹ نیلوں پر جو گوشیہ ٹوپی تو اچھی ہیں معلوم ہوتی۔

رمیش بالوں سمجھا تھا کہ دیانا تھا جواب ہو جائیں گے ایک یہ جواب ٹھنا تو جکڑا بیدان ہاتھ سے جاتا ہوا دیکھا دیا۔ بولے۔ تو آپ نے کسی انگریز کے کمرے میں آمینہ نہیں دیکھا۔ بھلا ایسے دس پانچ انگریزوں کے نام تو بتلیے۔

ایک آپ کا دیکھا گردناہیڈ کلرک ہے۔ اس کے سوا اور کسی انگریز کے کمرے میں تو آپ نے قدم بھی نہ کھا ہو گا۔ اس کرنٹے کو آپ نے انگریزی مذاق کا نونہ سمجھو یا خوب! مانتا ہوں۔

دیانا تھا کچھ خفیت ہو کر بولے۔ یہ تو آپ کی زبان ہے۔ اسے کرنا چہرٹیشن پلپی جو چاہیں۔ لیکن زنگ کو چھوڑ کر وہ کسی بات میں انگریزوں سے کم ہیں۔

رمیش اس کا جواب دیا ہی چاہتے تھے کہ ایک موڑ کار دروازے پا کر رکی۔ اور رتن برآمدے میں آئی۔ تینوں آدمی چٹ پٹ باہر نکل آئے۔ رما کو اس وقت رتن کا آنا بُرا معلوم ہوا۔ درجنہ تھا کہ کہیں کمرے میں نہ جلی جائے۔ نہیں تو ساری قلعی کھل جائے آگے بڑھ کر ہاتھ ملانا ہوا بولہ آئیے۔ یہ میرے والدین اور یہ میرے دوست رمیش بالوں۔ لیکن ان دونوں بھلے آدمیوں نے میں اسی سے ہاتھ ملایا اور نہ اپنی جگہ سنبھلے۔

رتن نے بھی ان سے ہاتھ لانے کی ضرورت نہ بھی رُدُور ہی سے منکار کر کے رہا سے بولی۔  
میں بھیوں گی نہیں اس وقت فرستہ نہیں ہے۔ آپ سے کچھ کہنا تھا یہ کہتے ہوئے وہ  
رمل کے ساتھ موڑنک آئی۔ اور آئتہ سے بولی۔ آپ نے صراف سے کہہ تو دیا ہو گا؟  
رمائے برجستہ کہا۔ جی ہاں بنار پا یے۔

رتن۔ اس دن میں نے کہا تھا کہ روپے نہ دے سکونگی۔ پھر خیال آیا آپ کو  
تخلیف ہو۔ اس لئے روپے کا انتظام کر دیا۔ آٹھ سو چھٹیے نہ ہے  
چالپا نے کنگن کے دام آٹھ سو بتائے تھے۔ رہا چاہتا تو اتنے روپے رہ سکتا تھا  
لیکن رتن کی سادگی اور بے تکلف نے جیسے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ بیو پاریوں سے دُو دُو  
چار چار آنسیتے ذرا بھی نہ تھیں تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ سب بھی گاہکوں کو مونڈھتے ہیں۔ ایک  
کے ساتھ اسے اپنے طرز عمل میں کسی طرح تابی نہ ہوتا تھا۔ لیکن اس شرافت اور اخلاق  
کی دلیوی سے دغا کرنے کے لئے کسی پرانے پابی کی ضرورت تھی۔ کچھ شرما تاہو ابولا۔ کیا جالیا  
نے کنگن کے دام آٹھ سو بتلا کے تھے۔ اپنی شایدیا دنر ہی ہو گی۔ ان کے کنگن چھو سو  
کے ہیں۔ آپ پاہیں تو آٹھ سو کے بنادوں۔

رتن نہیں! مجھے تو دی پذمیں آپ چھ سو کا ہی بنا یئے۔

اس نے موڑ پر سیلی اٹھا کر سو روپے کے چھ نوٹ نکالے۔ رہا  
ایسی جلدی کیا تھی چیز تیار ہو جاتی تو حساب ہو جاتا۔

رتن نے موڑ پر سیلی ہوئے کہا۔ میرے پاس خرچ نہ جاتے۔ اس لئے میں نے  
سوچا۔ آپ کے سر پر لادا دی۔ میری عادت ہے کہ جو کام کرتی ہوں جلد سے جلد کر دلتی  
ہوں۔ تاخیر سے مجھے الگ ہوتی ہے۔

موڑ چل گئی۔ دربار دیسے لئے ہوئے اندھا چلا گیا۔ تو دونوں بڑھوں میں باقی ہونے

لگیں۔

ریشیں۔ دیکھا۔

دیانا تھا۔ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ اب میرے گھر میں بھی بھی لہر آ رہی ہے۔  
ریشیں میں تو اس میں کوئی سرخ نہیں سمجھتا۔ آج کل ایسی ہی عورتوں کا کام ہے فروخت  
پڑنے پر کچھ مدد تو کر سکتی ہیں۔ بیمار پڑ جاؤ تو داکٹر کو توبلا سکتی ہے میساں تو چاہے مر بھی  
جائیں۔ لیکن محال کہ عورت گھر سے یاؤں نکالے۔

دیانا تھا۔ ہم سے تو بھائی یہ انگریزیت نہیں دیکھی جاتی۔ کیا کریں اولاد کی محبت  
ہے نہیں تو بھی جی چاہتا ہے کہ رہا سے صاف کہہ دوں بھائی۔ اپنا گھر الگ لے کر رہا۔ آنکھوں  
پھولی پیڑی۔ دیکھا ایک دن یہ عورت تو کیل صاحب کو دنگا دے گی۔  
ریش۔ آپ یہ کیوں مان لیتے ہیں کہ جو عورت باہر آتی جاتی ہے وہ ضروری خواہب ہے۔

گرما نا تھو کو ما نتی بیت ہے مرد پے ذجل نے کیوں دیئے۔  
دیانا تھو سمجھے تو کچھ دال میں کالا کالا نظر آتا ہے۔ رما کہیں اس سے کوئی چال نہ  
چل رہا ہو۔

رمادن سے آرہا تھا۔ یہ آخری جملہ اس کے کان میں پڑ گیا۔ ترش ہو کر بولا۔  
جی بان۔ ضرور چال چل رہا ہو۔ اسے دھو کا دستے کر دپے افٹھر رہا ہو۔ یہی تو میرا مشہ  
ہے۔

دیانا تھنے شرما تے سہنے کہا۔ تو اتنا بگڑتے کیوں ہو میں نے تو کوئی ایسی بات  
نہیں کہی۔

رماد جلاز بنا دیا اور زیادہ کیا کہتے۔ آخر آپ کے دل میں ایسا شبہ کیوں آیا۔  
آپ نے بھویں کوئی ایسی براہی دیکھی جس سے یہ خیال پیدا ہوا۔ میں ذرا صاف سخنے کپڑے  
پہنتا ہوں۔ ذرا نئی تہذیب کا پیرو ہیں۔ اس کے سوا آپ نے مجھیں کون سی براہی دیکھی  
جس سے یہ خیال پیدا ہوا۔ میں ذرا صاف سخنے کپڑے پہنتا ہوں۔ ذرا نئی تہذیب کا

پیرو ہوں۔ اس کے سوا آپ نے مجھ سیں کون سی براہی دیکھی؟ میں جو کچھ خرچ کرتا ہوں ایمانداری کے ساتھ کما کر خرچ کرتا ہوں۔ جس دن دھوکے اور فربت کی نوبت آئے گی زہر کھا کر جان دے دونٹھا رہاں یہ بات ہے کہ کسی کو خرچ کرنے کی تیزی ہوتی ہے کسی کو نہیں ہوتی۔ جب آپ کے دل میں میرے متعلق ایسے شجھے پیدا ہونے لگتے تو میرے لئے اس کے سوا اور کیا چارہ ہے کہ میں کا لکھا کر کہیں نکل جاؤں۔ سریش باجوہیاں موجود ہیں۔ آپ میری غصیبت میں میرے متعلق جو کچھ چاہیں انہی سے پوچھ سکتے ہیں۔ یہ میری خاطر جھوٹ نہ بولیں گے۔

رانے یہ انفاظ کچھ اس صداقت انگریز جوش کے ساتھ کہے کہ منشی دیانا نہ کے سارے شبایات حرف غلط کی طرح مٹ گئے۔ نادم ہو کر بوئے۔ تھا رابرٹ ہتنا ہوا خرچ دیکھ کر میرے دل میں شہر ہوا تھا۔ میں اسے چھپا تاہم۔ لیکن جب تم کہہ رہے ہو کہ تمہاری بینت صاف ہے تو مجھے اطمینان ہے۔ میری صرف یہی مشاہد ہے کہ میراڑ کا چاہے غریب رہے مگر بینت درست رکھے۔

ریش نے مکر اکر کہا۔ اچھا یقصہ تو سوچ کا۔ اب یہ بتاؤ۔ اس نے تھیں روپے کیوں دیئے۔

رام۔ ٹھک لایا ہوں۔

ریش۔ مجھ سے شراحت کرو گے تو کان پکڑ لو ٹھک۔ اگر ٹھک ہی لائے ہو تو بھی میں تھا رالی پیچھے ٹھوٹکوں گا۔ جتنے رہو۔ خوب ٹھکو۔ لیکن آپرہ یہ آپ نہ آئے پا کے۔ کسی کو کاونڈ کان خبر نہ ہوں۔ الشور سے تو میں ڈر زیا نہیں۔ وہ جو کچھ پوچھے گا اس کا جواب میرے پاس موجود ہے مگر آدمی سے ڈرتا ہوں۔ پس بتاؤ کس لئے روپے دیجے کچھ دلائل ملنے والی ہو۔ قبھجھے بھی شریک کر لینا۔

رانے اس طرح منہ بنائے کہا۔ گویا کوئی ناگوار فرض اس کے سرداری دیا

گیا ہے ایک کنگ بنوانے کو کہہ گئی ہیں۔

ریش۔ تو جیوں ایک اچھے صراف سے بنادوں۔ مگر یہ چھبھٹ نہ نے بُلاموں  
لیا۔ عورتوں سے ایشور بچائے۔ تم چاہے دس پانچ روپے اپنے پاس ہی سے خرچ  
کرو وہ یعنی سمجھیں گی کہ مجھے لُوت لیا۔

ذرا دیر بعد رہا اور جالپا سے بولا۔ رتن دیوی کنگ کے روپے دے  
گئیں ہیں تم نے شاید آٹھ سو بنائے تھے میں نے چھسو لے لئے۔  
جالپا نے سر جھکا کر کہا۔ میں نے تو دن لگی کی تھی۔

جالپا نے اس طرح اپنی صفائی تودے دی۔ لیکن بیت دیتک اس کا دل  
اسے ملامت کرتا رہا۔ سملئے اگر آٹھ سو روپے لئے تھے ہوتے تو شاید وہ اپنی کامیابی  
پر خوش ہوئی ہوتی۔ لیکن رہا کی حق شناسی نے اسی کے ٹھیکر کو بیدار کر دیا تھا۔ وہ پہتبا  
رہی تھی ناخنی جھوٹ بولی سمجھے دل میں کتنا حیر کچھ رہے ہوں گے اور رتن نے تو  
دنخاباز کچھ سپی لیا۔

## (۱۶)

چاگے پارٹی میں کوئی خاص بات نہ ہوئی۔ رتن کے ساتھ ان کی ایک رشتے کی بہن  
اور بھتی، وکیل صاحب نہ آگئے تھے۔ دیانا نکونے اتنی دیر کے لئے وہاں سے طلب جانے  
ہی مناسب سمجھا۔ ملاد ریش بالو برآمدے میں برابر کھڑے رہے۔ جالپا کی موجودگی  
میں وہ پارٹی میں شریک نہ ہو سکتے تھے۔

جالپا نے دونوں مہماں کو اپنی ساس سے ملا دیا۔ جاگیشتری کزوہ دونوں  
ضورت سے زیادہ بے تکلف معلوم ہوئیں۔ ان کے سارے گھر میں دُرنا۔ دجم  
دھم کر کے کوٹھے پر جانا۔ پھر پر ادا مہرا جکنا تھے۔ بار بار کہہنا اہیں ہر دنگنا پہنچانے

معلوم ہوتا تھا ان کے آئین اخلاقی میں بہو نبیوں کو متین اور شریمنی ہو جانا چاہیے تھا۔  
تحبیب یہ تھا کہ جال پایا ہی آج اہنسی میں لگی تھی۔

ابھی تک رما کو پارٹی کی تیاریوں میں سے اتنی فرحت نہیں ملی تھی کہ گنگوہ کی دکان  
تک جاتا۔ اس نے سمجھا تھا گنگوہ کو چھوڑو دپے پھپھلے حاب میں دے کر نئے لنگن بنوا  
ونگا اس طرح میرا ذفار جام جائیگا۔

دوسرے دن رما خوش ہوتا ہوا گنگوہ کی دکان پر پہنچا اور رعب سے بولا کیا راگ

ڈھنگ ہیں ہراج؟ کوئی نئی چیز نہیں تھی ہے؟

ادھر ماکے طال مٹول سے گلگوہ انلبے دل ہو رہا تھا ام آج کچھ روپے ملنے کی  
امید بھی اسے خوش نہ کر سکی۔ مشکوہ آمیز انداز سے بولا۔ بالو صاحب چیزیں کتنی بھیں۔  
آپ نے تو دکان پر آتا ہی چھوڑ دیا۔ اس طرح کی دکانداری یہم لوگ نہیں کرتے۔ آٹھ بھینے  
ہوئے آپ کے بیان سے ایک پسیہ بھی نہ ملا۔

رما۔ بھائی خالی پا تھد دکان پر آتے شرم آتی تھی۔ ہم اُن لوگوں میں نہیں ہیں جن سے  
تفاضہ کرنا ٹرے۔ آج یہ چھوڑو دپے جمع کرو۔ اور ایک اچھا گنگن تیار کر دو۔

گنگوہ نے روپے لے کر صندوق میں رکھے اور بولا۔ بن جائیں گے تو باقی روپے کب  
میں گے۔

روا۔ بہت جلد۔

گنگوہ۔ ہاں بالو جی پھپھلے حاب صاف کر دیجئے۔

گنگوہ و عده تو کر لیا لیکن ایک بار دھوکھا چکا تھا۔ دو دوبارہ کسی علت میں  
پھستے ہوئے درتا تھا۔ نتھجی یہ ہوا کہ رما روز تھانے کرتا اور گنگوہ روز جیلے کر کے مٹا دا۔  
کبھی اس کا کار گیر بیمار پڑ جاتا۔ کبھی اس کے لڑکے بیمار پڑ جاتے۔ ایک مہینہ گزر گیا اور  
گنگوہ نہ بنتے۔ اس کے تھانوں کے درسے رمانے پارک جانا چھوڑ دیا۔ مگر تن نے

گھر تو دیکھو ہی لیا تھا اس ایک مہینے میں کمی بار تھا خدا کرنے آئی۔ آخر جب سادون کا مہینہ آگئا تو اس نے ایک دن رہا سے کہا جب وہ بدمعاشر نہیں بنایا تو تم کسی دوسرے کا ریگر کو کیوں نہیں دیتے؟

رمانے کہا۔ اس پاچی نے ایسا دھو کا دیا کہ کچھ نہ پوچھئے۔ اور آجھل کیا کرتا ہے میں نے بڑی غلطی کی جو اسے پیش کی روپے دے دیئے۔

رتن۔ آپ کچھ اس کی دکان دکھاد بیھئے۔ میں اس کے باپ سے وصول کر لیا گی۔ ایسے بے ایمان آدمی کو پولیس میں دینا چاہیئے۔ جالپانے تائید کی۔ ہاں اور کیا۔ جیسے جو اسے تو سمجھی کرتے ہیں۔ مگر ایسا نہیں کہ روپے دکار جائیں اور چیز کے لئے مہینوں دوڑ رہیں۔ رہانے سر کھلاتے ہوئے کہا۔ آپ دس دن اور صبر کریں۔ میں آج ہی اسے روپے لے کر کمی دوسرے ہراف کو دے دوں گا۔

رتن۔ آپ بچھے اس بدمعاشر کی دکان کیوں نہیں دکھاد دیتے۔ میں نظر سے بات کروں گی۔

رمادھنیا تو ہوں دس دن کے اندر آپ کو لگنگی مل جائیں گے۔

رتن۔ آپ خود ہی ڈھیلے آدمی ہیں اس کے جہاں سوں میں آجاتے ہیں۔ آپ ایک بار سخت پڑھاتے تو مجال نہیں یوں جیسے جو اسے کرتا۔

آج رتن بڑی مشکل سے رخصت ہوئی۔ لگنگوں نے صاف جواب دے دیا جب تک آدھے روپے پیش کی نہ مل جائیں۔ لگنگی نہیں بن سکتے۔ اور پچھلے حساب کا پیاپا قہر ہونا لازمی تھا۔

رمادھنیے گولی لگ گئی۔ بولا۔ ہمراج یہ تو شرفت نہیں ہے۔ یہ میرے ایک دوست کی فرماںش ہے میں نے ان سے دس دن کا وعدہ کیا تھا۔ سوچ میں انہیں کیا منہ دکھاؤں گا مجھ سے پر و ذلت لکھا لو۔ رٹام پے لکھا لو اور کیا کرو۔

گنگو۔ پردیٹ کو شہر لے گا کہ چاٹوں گا ہے آٹھ مہینے کا ادھار نہیں ہوتا۔ آپ تو بڑے آدمی ہیں۔ آپ کے لئے پانچ چھوٹوں کی کونسی بات ہے۔ روپیے لائیں۔ کنگن لے جائیں۔ رمانے دانت پیس کر لے۔ اگر یہ بات تھی تو تم نے ایک مہینہ پہلے ہی کیوں نہ کہہ

دیا۔

گنگو۔ میں کیا جانتا ہم؟ آپ اتنا بھی نہیں سمجھ رہے ہیں؟  
رمایوس ہو کر گھر لوٹ آیا۔ مگر اس وقت بھی اس نے سارا قہقہہ جالیاں سے ٹھنڈا صاف کیہے دیا ہوتا تو اسے چاہئے کتنا ہی صدمہ ہوتا۔ اپنا کنگن اس کے حوالے کر دیتی۔ لیکن رما اتنا صاف گونہ نہ تھا۔ اپنی نالی پریشاںیوں کا ذکر کر کے وہ اسے تشویش میں ڈالنا چاہتا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ رما کو سور دیے اور پر سے مل جاتے تھے اور وہ کفایت کرنا جانتا تو آٹھ مہینوں میں دونوں صرافوں کے آدمیے آدمیے روپیے ادا کر دیتا۔ لیکن اور پر کی آمدی تھی تو اور پر کا خرچ بھی۔ کوڑیوں سے روپے بنانا یہ پاریوں ہی کا کام ہے۔ بایو لوگ تو روپے کی کوڑیاں ہی بناتے ہیں۔

شام کو رہانے پھر ایک بار صراف کا چکر لے گیا۔ بہت چاہا کہ کسی صراف کو جھانا دوں مگر کہیں دال نہ گلی۔ بازار میں تار کی جنریں چلا کر تی ہیں۔

رمایوں کو رات بھر نہیں آتی۔ اگر آج کوئی مہاجن ایک ہزار کا اٹا مپ لکھا کر اسے پانچھوڑ پیے دیتا تو وہ اپنے کو خوش نصیب سمجھتا۔ مگر ایسے کسی مہاجن سے اسکا لیں دین نہ تھا۔ اپنے ملنے والوں میں اس نے سمجھ سے ہوا باذھار کر کی تھی۔ ان کی تواضع اور مکریم میں بے دریغ روپے خرچ کرتا تھا۔ اب کس منہ سے اپنی داتاں غم ہے۔ وہ پہچتا رہتا تھا کہ ناخن گنگو کو روپے دیئے۔ گنگو نالش کرنے تو جاتا نہ تھا۔ اس وقت اگر رما کوئی علاضہ ہو جاتا تو وہ اس کا خرچ مقدم کرتا۔ کہہ سے کم دس پانچ دن کی مہلت تو مل جاتی۔

گر بلانے سے تو موت بھی نہیں آتی۔ وہ تو اسی وقت آتی ہے جب ہم اس کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ ایسا کوئی دوست بھی نظر نہ آتا تھا جو اس کے نام کوئی فرمی تاریخ دے اور وہ بیان سے کچھ دنوں کے لئے جیلا جائے۔ وہ اپنی ترددات میں کروٹیں بدلتا رہا تھا کہ جالپا کی آنکو کھل گئی۔ زمانے فراز چادرِ زنان لی۔ گویا بے خبر سور ہاہے۔ جالپا نے چادر ساتھ سے اٹھا کر اس کا منہ دیکھا۔ نیند اور بیداری کا فرق اس سے چھپا نہ رہا۔ اسے ہلکا کربوں کیا ابھی تک جاگ رہے ہوئے

رماء نیند کا بیان نہ کر سکا۔ نہ جانے کیوں نیند نہیں آ رہی ہے۔ پڑے پڑے سوچا

نخا کچھ دنوں کے لئے کہیں باہر جیلا جاؤں اور کچھ روپے کمالاؤں۔  
”مجھے بھی یتھے چلو گے نہ ہے“

”تمہیں پر دیں میں کہاں کہاں لئے چھپروں گا۔“

”تو میں اکیلی بیان رہ چکی۔ ایک منٹ نہ رہوں گی۔ مگر جاؤ گے کہاں؟“

”ابھی کچھ منصبلہ نہیں کر سکا۔“

”تو سچ پچ تم مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟ مجھ سے تو ایک دن نہ رہا جائے گا۔“

”میں سمجھ گئی تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے۔“

”تمہاری محبت کی زنجیر ہی نے مجھے باندھ رکھا ہے۔ نہیں تو اب تک کبھی کا جیلا گیا ہوتا۔“

”باتیں بنار ہے ہو۔ اگر تمہیں میری محبت ہوتی تو مجھ سے کوئی پر دہ نہ رکھتے۔“

تمہارے دل میں ضرور کوئی الی بات ہے جو تم مجھ سے چھا رہے ہو۔ میں تمہیں کوئی دلوں نے ہمیشہ تفکر دیکھتی ہوں۔ جہاں اعتبار نہیں ہے وہاں محبت کیسے رہ سکتی ہے؟“

”یہ تمہارا شہر ہے جالپا۔ میں نے تو تم سے کبھی پر دہ نہیں کیا۔“

”تو تم مجھے پچ پچ دل سے چاہتے ہو؟“

" یہ کیا جب من سے کہونگا جب ہی۔ "

" اچھا میں ایک سوال کرتی ہوں۔ تم مجھے کیوں چاہتے ہو؟ پچ تباہا۔ "

" یہ تو باطل کل ہمیں سوال ہے۔ اگر میں تم سے یہی سوال پڑھتا تو تم مجھے کیا جواب

دیتیں؟ "

" میں تو جانتی ہوں۔ "

" بتاؤ۔ "

" پہلے تم بتلا دو۔ "

" میں تو جانتا ہی نہیں۔ صرف اتنا جانتا ہوں کہ تم میرے وجود کے ایک ایک

ذرے سے میں بھی ہوں گے۔ "

سوپچ کرتبا و مر میں اپنے عیبوں سے واقف ہوں۔ میں نے اب تک تمہاری کوئی خدمت نہیں کی رخوش قسم سے اب تک مجھے تمہارے لئے کوئی قربانی کی ضرورت نہیں پڑی۔ گھر کے کام دھندر سے مجھے آتے نہیں جو کچھ سیکھا ہیاں سیکھا، بات چیت کرنے کا مجھے سلیقہ نہیں۔ اتنی حسین بھی نہیں ہوں پھر ملکیتیں مجھ سے کیوں محبت ہے؟ رہائش سرکھلاتے ہوئے کہا۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ ایمان سے کہتا ہوں۔ تم میں کوئی عجیب ہے یا کوئی خامی ہے۔ یہ بات آج تک میرے ذہن میں نہیں آئی۔ لیکن تم نے مجھ میں کوئی بات دیکھی؟ نہ بہرے پاس دولت ہے نہ علم ہے نہ صورت ہے بتلا دو تو سمجھتے

جا پائے مجبت آمیز نگاہوں سے دیکھ کر کہا۔ بتلا دوں؟ تم بہت نیک ہو۔ جب سچ ہیاں آئی تو کوئی بات کہتے یا کرتے وقت مجھے خوف ہوتا تھا کہ تم اسے لپڑ کر دے گے یا نہیں۔ اب مجھے اس بات کا یقین رہتا ہے کہ تم مجھ سے ناراضی نہ ہو گے اگر تمہارے عورت میری شادی کی دوسرے آدمی سے ہوئی ہوتی تو میں اس کے ساتھ

بھی اسی طرح رہتی رہی تو شوہر اور بیوی کا رد اجی رشتہ ہے۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد وہ رد اجی رشتہ روحانی رشتہ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اب تو میں نہیں گوپیوں کے کرش سے بھی نہ بدلتی گی لیکن نہیں اب بھی بھوپال اعتماد رہتی ہے۔

رمائے سر نیچا کر کے کھا۔ تھا را لزام بے جا ہے سجال پا میں دوستوں سے بھی کوئی پردہ ہیں رکھتا۔ پھر تم سے کیا پردہ رکھونگا۔ رما کے جی میں ایک بار پھر آیا کہ اپنی پریشانیوں کی سرگزشت کہہ سن لے کے۔ لیکن جھوٹی خودداری نے پھر اس کی زبان بند کر دی۔

جالیا اس سے پوچھتی صرافوں کو روپے دیتے جاتے ہو کہ ہیں۔ تو وہ برابر کھتا ہاں کچھ سہ بھینے دیتا ہاتا ہوں۔ لیکن آج رما کی فکر منڈی نے اس کے دل میں ایک شبہ پیدا کر دیا تھا۔ وہ اسی شبہ کو مٹانا پا ہتھی تھی۔ ذرا دیر بعد اس نے پوچھا۔ صرافوں کے روپے تو ابھی ادا نہ ہوئے ہوں گے۔

”اب تھوڑے ہی باقی ہیں“

”لکھنے ہی باقی ہوں گے۔ کچھ حساب کتاب لکھتے ہوں“

”ہاں لکھتا کیوں نہیں ہوں۔ سات سو سے کچھ کم ہی ہوں گے۔“

”تم نے کہیں رقم کے روپے تو صرافوں کو ہیں دے دیئے۔“

rama کا دل کا نیپ رہا تھا۔ کہیں جا لیا رہن کے روپوں کا ذکر نہ کر سکی۔ آخروہ والے اس کے سرپر آہی گیا۔ اس وقت کہی اگر رمانے ہبت کر کے سارا واحد بیان کر دیا ہوتا تو اس کی پریشانیوں کا خاتمہ ہو جاتا۔ جا لیا ایک منٹ تک ضرور سکتے ہیں آجاتی۔ ممکن ہے غصہ اور بایوسی کے عالم میں اس کی زبان سے دوچار کڑی باہی بھی نکل جاتی۔ لیکن پھر دو نہیں بل کہ کوئی راستہ نکال لیتے۔ اگر مجروری کی حالت میں جا لیا اپنی سہیلی سے یہ واقعہ بیان کر دیتی۔ نورثن وہ عورت نہ تھی جو غم و غصہ کا انہمار کرتی۔ پرانی جھوٹی

خود پروری کا براہ رہا نے اس سوال پر ایسا منہ بنایا گویا جا لیا نے اس پر کوئی بے رحمان  
حد کیا ہے بلکہ رتن کے روپے کیوں دنیا۔ آج چاہوں تو دوچار سیزار کا مال لاسکتا ہوں  
کاریگروں کی عادت دیر کرنے کی ہوتی ہے جس اور کوئی بات نہیں ہے دس دن میں  
یا تو چیزیں لا دوں گا یا روبیہ والیں کر دوں گا۔ مگر تم نے یہ سوال کیوں کیا۔ پرانی رقم  
بھلا میں اپنے خرچ میں کیسے لانا؟

جا لیا نے مذکور کے لہجے میں کہا۔ کچھ نہیں میں نے یونہی پوچھا تھا۔

جا لیا کو تھوڑی دیر میں فیض آگئی۔ لیکن رما پھر اسی ادھیربن میں پڑا رہا۔ اگر وہ  
رمیش کو اپنا محرم راز بنالیتا تو وہ کسی مہارہن سے روپوں کا انتظام کر دیتے رہیں وہ  
ان پر کسی طرح اپنی پریشا نیوں کا اٹھا رہیں کر سکتا تھا۔ اس نے صحیح کو ناشتہ کر کے  
دفتر کی راہ لی رشاید دہان کچھ انتظام ہو جائے۔ کیوں انتظام کرے گا۔ اس کا اسے  
مطلق خیال نہ تھا۔ لیکن بالیوسی کے عالم می انسان کو کسی غیبی امداد کا مگان ہونے  
گلتا ہے۔ دفتر میں چڑھا اسی کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ رما دفتر کا حجر طرکوں کی جا پہنچ  
کرنے لگا۔ رکنی دنوں سے میزان نہیں دیا گیا تھا۔ لیکن بڑے باہو کے دستخط موجود تھے  
اب میزان دیا تو دھائی ہزار نکلے۔ یکا بیک اسے ایک تدبر سوچی۔ کیوں نہ دھائی ہزار  
کے عون میزان میں دھائی سو کر دے۔ ایک ہی صفر کا انواعاً ملے ہے۔ رسید ہبی کی جانب  
پڑتاں کوں کرنا ہے۔ اگر چوری پکڑی بھی گئی تو کہہ دوں گا میزان میں غلطی ہوئی۔ مگر  
اس خیال کو اس نے دل میں جھنے نہ دیا۔

گھاٹیوں کا سلسہ شروع ہوا۔ مگر بیویاریوں نے جب دیکھا کہ بالو صاحب  
آج موجود ہیں تو سوچا۔ جلدی سے چنگی دے کر فراغت پالیں۔ رمانے اس عنایت کے  
لئے دستوری کی دگنی رقم وصول کی۔ اور گھاٹھی والوں نے شوق سے دی۔ کیونکہ بیوی  
بازار کا وقت تھا اور بارہ ایک بجے تک چنگی گھر سے فرصت پانے کی حالت میں چوہیں

گھنٹے کا ہر چھوٹا نہ تھا۔ بازار دس گیارہ بجے کے بعد بند ہو جاتا تھا اور دوسرا سے دن کا انتظار کرنا پڑتا تھا۔ اگر بازار روپے میں آدھا پاؤ بھی گریگا تو سینکڑوں کے وارے نیارے ہو گئے۔ دس پانچ روپے مل کھا جانے میں انہیں کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ راما کو اچ یہ نئی بات معلوم ہوئی۔ سوچا آخر صحیح کوئی گھر پر ہی تو سیٹھا رہتا ہوں۔ اگر یہاں اگر بیجی وجاؤں تو روز دس پانچ نامہ آ جائیں۔ پھر تو چچہ مہینے میں سارا فرضہ صاف ہو جائے گا۔ ماناروز یہ چاہی نہ ہو گی پندرہ نہ سہی دس ملیں گے۔ اگر صحیح کو روز پانچ روپے مل جائیں اور اتنے ہی دن بھر میں اور مل جائیں تو پانچ چھوٹے مہینے میں قرض سے سبکدوش ہو جاؤں۔ اس نے دروازہ کھول کر پھر حجر لکالا ملکیں میران لکھا دینے کے بعد حجر میں کسی قسم کا تغیریاً تبدل کرنا اسے اتنا خوناک نہ معلوم ہوا۔ نیارنگ روٹ جو پہلے بندوقی کی اوڑسے چونک پڑتا ہے مثاق ہو جانے پر گوئیوں کی بارش میں ہیں گھرا تا۔

رمادو فتنہ بند کر کے گھر جانے والا ہی تھا کہ ایک باتی کا عبیله آپسخواہ رہانے کہا۔ لوٹ کر جیکی لوں گاہ باتی نے میتیں کرنی شروع کیں۔ اسے کوئی بہت ضروری کام نہ تھا۔ آخر دس روپے ریوا ملٹے ہوا رہانے جنگی می روپے جیب میں رکھے اور گھر جلا پھیں روپے محض دو گھنٹے میں آگئے۔ اگر ایک مہینہ بھی یہی اوسط رہے تو بیڑا یا رہے اسے اتنی خوشی ہوئی کہ وہ کھانا کھانے گھر نہ گیا۔ بازار سے بھی کچھ نہ منگرا یا پرروپیں رہناتے ہوئے اسے ایک روپیہ کم ہو جانے کا اندیشہ سہا۔ وہ شام تک سیٹھا کام کرنا رہا۔ چار روپے اور دھوں کئے۔ چراغ جعلے جیب وہ گھر جلا تو اس کے دل پر سے فکر اور ماپیسی کا بوجھ بہت کچھ اتر جکا تھا۔ اگر دس دن بھی تیزی رہی تو رتن سے مندرجہ نئے کی نوبت آئے گی۔

نودن گزر گئے۔ رہا روز علی الصبح دفتر جاتا اور جراغ جلے لوٹتا، وہ روز بیوی امید کر کے جانا تھا کہ آج کوئی بڑا شکار پہنسے گا۔ مگر کبھی امید پوری نہ ہوئی۔ اتنا بھی نہیں پہلے دن کی سی شاندار کامیابی پھر نہ ہوئی۔ اتنا ہم اس کے لئے کچھ کم فخر کی بات نہ تھی کہ ان دونوں میں اس نے سورپے جمع کرنے تھے۔ جالپاٹے کی باریسر کرنے کی خواہش ظاہر کی، لیکن رہنے اسے برابر با توں میں ٹالا۔ بس کل کا دن اور باقی تھا کل رتن آکر لکنگ سائنس کی گئی تو وہ اسے کیا جواب دے گا۔ دفتر سے آکر وہ اسی فکر میں بیٹھا ہوا نہ کیا وہ ایک مہینے کی مہلت اور نہ دے گی۔ اتنے دن وہ اور خاموش رہے تو شاید رہا اس کے قرض سے سبکدوش ہو جائے۔

ساون کے دن تھے اندھیرا ہو جلا تھا آسمان سیاہ چھتری کی طرح سر پر تناہوا معلوم ہوتا تھا درماستوج رہا تھا ریشنیں بالوں کے پاس جل کر دچار بازیاں کھیل آؤں مگر بادوں کو دیکھ دیکھ کر رک جاتا تھا۔ دفعتہ رتن آپسی اس کا چھڑہ تزخدا معلوم ہوتا تھا آج وہ رٹن کے لئے تیار ہو کر آئی ہے اور ملاعظ اور مرتوں کے خیال کو بھی قریب نہیں آنے دینا چاہتی۔

جالپاٹے اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا۔ تم خوب آئیں ہیں میں ذرا تھا رے ساتھ گھوم آؤں گی۔ انہیں کام کے بوجھ سے آجھل سر اٹھانے کی بھی فرصت نہیں ہے رتن نہیں سے احتساب سے کہا۔ مجھے آج بہت جلد مگر واپس جانا ہے باجوچی کو کل کی یاد دلانے آئی ہوں۔

رہا اس کا لٹکا ہوا منہ دیکھ کر دل میں سہم رہا تھا۔ کسی طرح با توں میں لٹکا کر خوش کرنا چاہتا تھا اپنے تپاک سے بولاد جی ہاں خوب یاد ہے۔ ابھی صرات کی دکان سے چلا آرہا ہوں۔ روز صحیح قلام لگھنے بھر حاضری دیتا ہوں۔ ملگاں چیزوں کی تیاری میں وقت بہت صرف پہنچا ہے دو آدمی لگے ہوئے ہیں۔ مگر ابھی شاید ایک مہینے سے

کم میں چیز تیار نہ ہو، ماں ہو گی لا جواب! ان چیزوں میں دام تو کار گیری کے ہیں، مایت  
چاہے کچھ ہو یا نہ ہو۔

رنن ذرا بھی نہ پھلی۔ ننک کربوی۔ اچھا بھی مہینہ بھرا اور لگئے گا۔ ایسے کیا موقع  
پر و رہا ہے کہ تین مہینے میں بھی ایک چیز نہیں؟ آپ اس سے کہہ دیجئے میرے روپے  
والپس کر دے۔ امید کے لگن دیوبیان پہنچی ہیں۔ صحیحہ حضورت ہنسی۔

رماء۔ ایک مہینہ نہ لگے گا شاید اس سے پہلے ہبہ بن جائے۔ ایک مہینہ تو میں  
نے ادازہ کہہ دیا تھا اب بخوبی ہبہ کراورہ گئی ہے۔ کئی دن تو نیکست تراش کرنے  
میں لگ گئے۔

رنن۔ مجھے لگن پہنچا ہی نہیں صاحبہ! آپ میرے روپے والپس کو دیجئے۔  
جو پری میں نے ہبہ دیجئے ہیں۔ آپ کی عنایت سے اس وقت بھی تین جوڑے لگن  
میرے پاس ہوئے گے مگر ایسی دعا نہیں کہیں ہیں دیکھی۔

دعا نہیں کے لفظ پر مانلا اٹھا۔ دعا نہیں میری حماقت کہیے۔ مجھے  
کیا حضورت لقی کہ صفت کی رحمت سر لیتا۔ میں نے تو پنگی روپے اس لئے دیجئے کہ  
صرف خوش ہو کر جلد تیار کر دے گا۔ اب آپ روپے والپس مانگ رہی ہیں۔ امید  
امید نہیں کہ صراف روپے لوٹا دے۔

رنن نے خشمگیں آنکھوں سے دیکھ کر کہا۔ روپے کیوں نہ لوٹا دے گا؟  
رماء۔ اس لئے کہ جو چیز آپ کی فرماش سے بنائی جا رہی ہے اسے وہ کہاں  
مجھا پھر سے گا۔ ملک ہے اس کے لئے میں سال دو سال لگ جائیں۔ ہر ایک کی پسند  
ایک سی ہنسی ہوتی۔

رنن نے تیوری چڑھا کر کہا۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ اس نے وعدہ خلافی کی ہے  
اس کا توازن دے۔ مجھے کل یا تو لگن لاد دیجئے یا رد پے۔ اگر صراف سے آپ

کایا را شہے اور آپ ملاحظہ اور درود کے باعث اس سے کچھ بھیں کہہ سکتے تو مجھے اس کی دکان دکھا دیجئے۔ اس میں بھی آپ کو شرم آتی ہے تو اس کا نام تباہ دیجئے۔ میں پتہ لگا لوں گی۔ وہ اچھی دل لگی ہے وہ ہے کسی خیال میں دکان سلام کر والوںگی جیل بھجوادوں گی۔

رمائیا کرز میں کی طرف تاکنے لجا۔ وہ کتنی منحوس ساعت تھی جب اس نے رتن سے روپے لئے۔ بیٹھے بھائے دردسر خریدار۔

جالیاں کھا۔ سچ قہرے۔ انہیں کیوں بھیں صراف کی دکان پر لے جاتے چیز کو آکھوں سے دیکھ کر انہیں قلی ہو جائے گی۔

رتن۔ میں وہ پیڑا بینا ہی انہیں چاہتی۔

رماء اچھی بات ہے۔ آپ کو روپے مل جائیں گے کل۔

رتن مکل کس وقت؟

رماء دفتر سے لوٹتے وقت لیتا آؤں گا۔

رتن روپے پورے لوں گی۔ ایسا ہو سو روپے دے کر ٹال دے۔

رماء کل آپ اپنے سب روپے لے جائیں گا۔

یہ کہتا ہوا وہ مردانے کرے میں آیا۔ اور ریش بالوں کے نام ایک رقص کر کر گوپی سے بولا۔ اسے ریش بالوں کے پاس لے جا کر فوراً جواب لاو۔

پھر اس نے دوسرارقہ لکھ کر شبھ کو دیا۔ کہ ماں داس کو دکھا کر جواب لادے۔

شبھ نے آسمان کی طرف دیکھ کر کھا۔ پانی آ رہا ہے۔

رماء تو کیا ساری دنیا ہے جلتے گی۔ دوڑتے ہوئے جاؤ۔

شبھ اور جوہہ گھر پہنچیں۔

” لمیں گے وہ اس وقت کہیں نہیں جاتے ”

آج زندگی میں بہلا موقع تھا کہ اس نے دوستوں سے روپے قرض مانگے میلت  
و سماجت، خوشامد و امراض کے جتنے الفاظ اسے یاد کئے وہ اس نے سب صرف کر دیئے  
جیسے رقصے آج اس نے لکھے، ویسے ہی رقصے اس کے پاس کتنی بار آچکے تھے۔  
ان رقوں کو پڑھ کر اس کا دل کتنا بے قرار ہو جاتا تھا، پر محصوری کے باعث  
اسے بہانے کرنے پڑتے تھے۔ کیا ریش بھی بہانہ کر جائیں گے۔ وہ تھی دستی کا ہبہ  
نہیں کر سکتے رکیا میرے ساتھ انناسلوں بھی نہ کریں گے۔ آدم مکھنٹہ ہو گیا اور  
اب تک دو دین سے ایک بھی نہیں آیا۔ وہ دروازے پر ٹھنڈے لگا، اس اضطراب  
کی حالت میں بھٹنا مشکل تھا، رتن کی موڑاب تک کھڑی تھی۔ اتنے میں رتن باہر کی  
لگراتے ٹھلتے دیکھ کر بھی نہ جوئی۔  
ہوڑ روانہ ہو گئی۔

رمانے راست کی طرف نکلا ہی دوڑا کر سوچا دلوں کہاں رہ گئے۔ کہیں کھیلنے  
لگے پول گے، شیطان تو ہیں ہی۔ کہیں ریش روپے دے دیں تو چاہزی ہے، میں نے  
دو سو چھتی مانگے شاید اتنے روپے اس وقت ان کے پاس نہ ہوں۔ مانک چاہے  
تو ہزار پانچو دے سکتا ہے۔ آج دلوں کی آزمائش ہے۔ اگر آج انہوں نے انکار کیا  
تودستی کا خاتمہ ہے کہی کافی کہیں ہوں کہ جب وہ شتر بخ کھیلنے کے لئے بلا کمیں تو دوڑا  
چلا جائے۔

بشمہر نے لوٹ کر مانک داس کا رتعہ دیا۔ اس نے کھانا تھا میں آجکل بہت نہ لکھت  
ہوں، میں تو نہیں سے اُنگنے والا تھا۔

رمانے پر زہ پھاڑ کر چینک دیا۔ خود عرض کہیں کا۔ اگر کسی سب انپکڑنے روپے  
مانگے ہوتے تو پر زہ دیکھتے ہی لے کر درڑ سے جاتے۔ خیر دیکھا جائے کا۔ چلی کے لئے

مال تو آئے گا ہی۔ اس کی کسر نکل جائے گی۔

انتہے میں گوپی بھی لوٹا رہیں نے لکھا تھا میں نے اپنی ازندگی کے دو چار اصول بنا لئے ہیں اور ان کی بڑی سختی سے پابندی کرتا ہوں۔ ان میں سے ایک اصول یہ بھی ہے کہ درستوں سے لین دین کا تعلق نہ پیدا کر دنگا۔ ابھی تھیں تقریباً نہیں ہوا ہے۔ لیکن میں بھوگ چکا ہوں تم میرے پیارے دوست ہمیں نہیں چاہتا کہ میرے اور تمہارے ارتباط میں غلط پیدا ہو۔ اس کے مجھے معاف کرو۔

مانے اس خط کو بھی پڑھ کر پھینک دیا۔ اور کسی پر بیٹھ کر چراغ کی طرف محبت کے عالم میں دیکھتے رکھا۔ اس چراغ کی روکے افسوس پیش اور مانک اور رتن تینوں بیٹھے نظر آتے تھے پھر وہ چراغ اس کی نظروں سے خائب ہو گیا۔

دل کا حالت وہ بھی ہوتی ہے جب آنکھیں کھلی ہوتی ہیں اور کچھ نظر ہمیں آتا۔  
جب کان کھلے ہوتے ہیں اور کچھ نتایج نہیں پڑتا۔

## (۱۸)

شام ہو گئی تھی میر پاٹی کے احاطے میں ساٹا چھا گیا تھا ملے ایک ایک کر کے جا رہے تھے۔ مہتر کروں میں جھاڑو نکار رہا تھا۔ خواجہ دا لے دن بھر کی بکری کے پیسے گن رہے تھے۔ مگر رانا نظر اپنی کرسی پر بیٹھا ہوا جھٹکھڑک رہا تھا۔

آج بھی وہ بیس ہی آیا تھا۔ لگ کوئی بڑا شکار نہ ہنسا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ اب اپنی آبرو کیسے بچلے۔ آخر اس نے رتن کو جہاں دینے کی طہانی۔ وہ خوب جانتا تھا کہ رتن کی یہ بے صبری مخفی امن کئے ہے کہ وہ سمجھتی ہے کہ میں نے اس کے روپے خرچ کر دا لے۔ اگر اسے معلوم ہو جائے کہ اس کے روپے عند الطلب مل سکتے ہیں تو اسے تکین ہو جائے گی۔ رہا اسے روپی سے بھری تھیں دکھا کر اس کا شہ مٹا دینا چاہتا تھا۔

وہ خزانی صاحب کے چلے جانے کی راہ دیکھ رہا تھا۔ اسی لئے آج اس نے دیر کی تھی۔ آج کی آمد فی کے ڈرہ سر دپے اس کے پاس تھے اسے وہ اپنے گھرے جانا پا تھا خزانی صاحب تھیک پانچ بجے اٹھے اپنی کیا غرض تھی کہ رہا سے آج کی آمدی طلب کرتے۔ روپے کئے ہی سے چھٹی نہ ملی۔ دن بھر روپے کئے گئے اور لکھتے رکھتے بے چارے کی کمر دکھ رہی تھی۔ رہا کو جب معلوم ہو گیا کہ خزانی صاحب در نخل گئے تو اس نے رجڑ بند کیا اور چڑا سی سے بولا۔ قیلی الٹاؤ جل کر جمع کراؤ۔

چڑا سی نے کہا۔ خزانی صاحب تو بہت دور چلے گئے۔

رمائے آنکھیں چھڑ کر کہا۔ خزانی صاحب چلے گئے۔ تم نے مجھ سے کہا کیوں نہیں۔ ابھی کتنی دود گئے ہوں گے۔

سرٹک کی نکڑاںک پہنچے ہوں گے۔

”تو یہ آمدی کیسے جمع ہوئی گی؟“

”حکم ہر تو بلا بلا دوں۔“

رمائے مایوسانہ بھی میں کہا۔ اجیسا وہی اب تک تو کہا ہیں، اب اپنی آدمی راستے سے بلانے جاوے گے۔ کیا آج زیادہ چنان گئے تھے۔ بھر دپے اسی دراز میں رکھ دو۔ نہاری نگرانی رہے گی۔

چڑا سی نے ہاتھ باندھ کر کہا۔ نہیں بالو صاحب میں بیاں روپے نہیں رکھنے دوں گا۔ صاحب دن برا بر نہیں جاتے۔ کہیں روپے الٹ جائیں تو میں بے گناہ مارا جاؤں رہا نہیں پوچھتا۔ تو پھر یہ روپے کہاں رکھوں؟

چڑا سی حضور اپنے ساندھ لینتے جائیں۔

وہا تو یہ چاہتا ہی تھا۔ ایک یکہ منگوایا اس پر روپوں کی تھیلی رکھی اور گھر چلا۔ سوچتا جاتا تھا اگر تن بھیکی میں آگئی تو کیا پوچھنا۔